

موجودہ دور میں صحت اور مرض کے مسائل

سید جلال الدین عری

ہر انسان کو صحت عزیز ہے اور وہ تندرست و توانا رہنا چاہتا ہے، لیکن مختلف قسم کے امراض و عوارض اس کی اس خواہش کو پورا ہونے نہیں دیتے۔ جب سے انسان اس زمین پر آباد ہے صحت اور مرض کی کشمکش سے دوچار ہے۔ وہ اس کشمکش سے نجات پانے کے لیے صحت کے اصول و آداب اور امراض کا علاج معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ شاید کبھی بند نہیں ہوا اور اب تک جاری ہے۔ غذا، لباس اور مکان کی طرح یہ بھی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے کہ وہ صحت مند اور تندرست رہے اور بیماری لاحق ہو تو مناسب علاج کی اسے سہولت حاصل ہو۔ موجودہ دور میں طبی علوم اور سائنس نے جو زبردست ترقی کی ہے ان میں جدید طب کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس نے دوا اور علاج اور خاص طور پر سرجری میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے نتیجے میں بعض امراض پر قابو پایا گیا ہے اور جن امراض کو لا علاج سمجھا جاتا تھا ان کا علاج ہونے لگا ہے، شرح اموات میں کمی آئی ہے اور اور اوسط عمر میں اضافہ ہوا ہے، لیکن اس سب کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے بعض بیماریوں میں پہلے سے زیادہ شدت ہے اور وہ بڑے پیمانہ پر پھیل رہی ہیں، اس کے ساتھ بعض نئی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس صورت حال سے عالمی ادارہ صحت بھی پریشان ہے۔ ذرا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جڑیں موجودہ مادیت زدہ تہذیب و تمدن میں موجود ہیں۔ اس نے ترقی کی ہے اور بہت ترقی کی ہے لیکن اس کی ترقی غیر متوازن ہے۔ اس کے سامنے زندگی کے بعض پہلو رہے ہیں تو بعض پہلوؤں کو اس نے نظر انداز بھی کیا ہے۔ اسی کا ایک نتیجہ امراض کی کثرت کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ یہاں اس کے بعض

اسباب کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شہروں کی وسعت

انسانوں نے مختلف ضرورتوں کے تحت اجتماعی شکل میں رہنا بسنا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ ان کی چھوٹی بڑی آبادیاں وجود میں آئیں۔ زیادہ تر یہ آبادیاں دیہاتوں، قصبوں اور چھوٹے چھوٹے شہروں میں پھیلی ہوئی تھیں، اس لیے کثرت آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل بھی کم تھے۔ لیکن اس وقت پوری دنیا میں قصبوں اور دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقلی کا رجحان پایا جاتا ہے۔ ایسے متعدد شہر وجود میں آچکے ہیں جن میں سے ہر ایک کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔ ان ہی میں بمبئی اور کلکتہ بھی شامل ہیں۔ اس سے نسبتاً کم آبادی والے شہر تو سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

ان شہروں میں عمدہ سے عمدہ اسکول اور کالج، اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹیاں، ریسرچ اور تحقیق کے ادارے اور لائبریریاں، صنعت و حرفت اور کاروبار کے مراکز، محنت مزدوری اور روزگار کے مواقع، بڑے بڑے اسپتال اور شفاخانے، غرض دور جدید کی زیادہ تر سہولتیں جمع ہو گئی ہیں، اس وجہ سے لوگ تیزی سے ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ پھر ان شہروں کی رنگینیاں، عیش و طرب اور راحت و آسائش کا سامان بھی اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔ دیہات اور قصبات اور چھوٹے شہروں میں بعض بنیادی سہولتیں تک فراہم نہیں ہیں کہ لوگ بڑے شہروں کی طرف رخ کرنے پر مجبور نہ ہوں۔

بڑے شہروں میں غذا، پانی، پائی صفائی، رہائش اور آمد و رفت وغیرہ کے بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں جن کا محنت سے گہرا تعلق ہے۔ کم از کم غیر ترقی یافتہ ممالک میں اس طرح کی پلاننگ نہیں کی گئی ہے کہ شہروں کی وسعت کے ساتھ اصول و محنت کی بھی پوری رعایت ہو۔ بعض شہروں میں ضرورت کے مطابق صاف پانی تک فراہم نہیں ہے۔ صفائی ستھرائی ان علاقوں تک محدود ہے جہاں سرمایہ دار اور دولت مند طبقہ رہتا ہے۔ عام آدمی گندے ماحول میں رہنے اور گندی ہوا میں سانس لینے پر مجبور ہے۔ رہائش کا یہ حال ہے کہ کہیں شاندار تنگے اور کوٹھیاں ہیں اور کہیں سر چھپانے تک کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لاکھوں کی آبادی کھلے آسمان کے نیچے سڑکوں پر زندگی گزار رہی ہے۔ ان لوگوں کی

حالت بہتر سمجھی جاتی ہے جن کے چار چار، پانچ پانچ افراد ایک ایک کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں، ہر بڑی بلڈنگ پورا ایک محلہ بنی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے اس طرح کی تنگ و تاریک فضا میں بیماریاں جڑ پکڑتی ہیں اور متعدی بیماریاں آسانی سے متعدی ہوتی ہیں۔

صنعتوں کی کثرت

موجودہ دور کو صنعتی دور کہا جاتا ہے۔ آج نئی نئی صنعتیں اور بڑے بڑے کارخانے اس تیزی سے وجود میں آرہے ہیں کہ اس سے پہلے اس کا تصور بھی مشکل سے کیا جاسکتا تھا ہر چھوٹی بڑی پیداوار ایک صنعت کی شکل اختیار کر چکی ہے اور اس کے لیے بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں صنعت کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کے منصوبہ میں بعض ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے ان سے جتنا فائدہ پہنچنا چاہیے نہیں پہنچ رہا ہے۔ بہت سی صنعتیں عام انسانوں کی ضروریات پوری کرنے سے زیادہ عیش و عشرت اور سامانِ عیش پیدا کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ صنعتی ترقی کے ساتھ عام انسانی ضروریات کو مقدم رکھا جاتا اور ان کو توجہ کا مرکز بنایا جاتا تو آج کے دور میں نوع انسانی کا ایک بہت بڑا طبقہ غذا، پانی، لباس اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے محروم نہ ہوتا۔

بعض صنعتیں تو وہ ہیں جن سے نہ تو انسان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور نہ وہ آسائش و راحت کا سامان پیدا کرتی ہیں بلکہ ان کے ذریعہ جنگی ساز و سامان اور اسلحہ تیار ہوتے ہیں۔ یہ ان قوموں کے ہوس اقتدار کی تکمیل کرتی ہیں جو دنیا پر اپنی بالادستی اور حکمرانی چاہتی ہیں۔ اس صنعت کو انھوں نے بے حد ترقی دی ہے اور روایتی اسلحہ سے لے کر ایٹمی اسلحہ تک تیار کر رہے ہیں۔ پھر انھوں نے پوری دنیا کو مسلسل حالت جنگ میں مبتلا کر رکھا ہے جس کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑا ملک دفاع کے نام پر اس میدان میں ایک دوسرے سے مسابقت کر رہا ہے۔ یہ نوع انسانی کی فلاح کا نہیں بلکہ اس کی تباہی کا منصوبہ ہے جس پر دنیا کا ہر ملک عمل کر رہا ہے۔ اس پر اس کے وسائل کا اتنا بڑا حصہ صرف ہوتا ہے کہ اگر وہ نوع انسانی کی فلاح و بہبود پر صرف ہو تو دنیا کا نقشہ بدل جائے۔

فضائی آلودگی

بڑی صنعتوں کے قیام سے صحت کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ

ان میں جو کمیکل استعمال کیے جاتے ہیں وہ عام طور پر صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ صنعتیں بڑے پیمانہ پر فضائی آلودگی پیدا کر رہی ہیں۔ ان سے نکلنے والی بھاپ، دھواں اور فضلہ پوری فضا کو متاثر کرتا ہے اور اس سے کان، آنکھ، پھیپھڑے اور دوسرے اعضاء پر شدید متاثر ہوتے ہیں۔ بعض صنعتیں ایسی ہیں جن سے نکلنے والا فضلہ قرب و جوار کی زمین کو اس قدر زہر آلود کرتا ہے کہ وہاں سے نکلنے والا پانی تک استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ اس سے بھی ناک صورت حال ایٹم کے استعمال ٹی ہے۔ ایٹمی ازجی کے حاصل کرنے اور ایٹمی اسلحو تیار کرنے کے لیے جو مادہ استعمال کیا جاتا ہے اس سے پوری فضا اس قدر مسموم ہو جاتی ہے کہ اس کے اثرات زائل ہونے میں شاید صدیاں لگ جائیں۔ ترقی یافتہ قومیں ایٹم کے نقصانات سے بے نیاز ہو کر اس کے استعمال میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ چاہیں تو ان نقصانات پر قابو پاسکتی ہیں لیکن وہ اس کے استعمال پر جتنی دولت صرف کرتی ہیں اس کا عشر عشر بھی اس کے نقصانات سے نوع انسانی کو بچانے کے لیے صرف کرنا نہیں چاہتیں۔

ورزش اور محنت کی کمی

صنعت کے فروغ اور پھیلاؤ سے ایک اور خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ انسان جفاکش اور محنتی نہیں رہا اور آرام طلب ہو گیا ہے۔ تیز رفتار سواروں کی وجہ سے چلنا پھرنا کم ہو گیا ہے، غذا کی تیاری میں پہلے کی طرح محنت کرنی نہیں پڑتی۔ اس کے تمام مراحل مشین سے طے ہو جاتے ہیں۔ کپڑوں کی سلانی اور دھلائی مشینوں سے ہو جاتی ہے۔ گھروں کی صفائی کے لیے بھی مشینیں موجود ہیں۔ بڑی بڑی عمارتوں میں لفٹ موجود ہے اس لیے چڑھنے اترنے میں کوئی زحمت نہیں پیش آتی۔ لکھنے پڑھنے اور دفتری ٹیٹو کا کام کرنے والوں کی جسمانی محنت اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے اور آسانیاں ناپسندیدہ ہیں۔ جو چیز پریشان کن ہے وہ یہ کہ ان ہونٹوں کی وجہ سے آدمی محنت سے گھبرا رہا ہے۔ یہ چیز اس کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ صحت مند رہنے کے لیے مناسب محنت اور ورزش کی ضرورت ہے تاکہ جسم کے مختلف حصوں کی حرکت ہوتی رہے۔ اس میں شک نہیں اس مقصد کے

موجودہ دور میں صحت اور مرض کے مسائل

لیے ہر دور میں مختلف قسم کے کھیل کود اور ورزشیں رائج رہی ہیں۔ موجودہ دور میں بھی موجود ہیں لیکن ان میں کم ہی لوگ حصہ لیتے ہیں زیادہ تر افراد کی حیثیت صرف تماشین کی ہوتی ہے۔

ذہنی اضطراب

موجودہ دور میں صحت کی خرابی اور بیماریوں میں اضافہ کی ایک بڑی وجہ ذہنی تناؤ اور کشیدگی ہے جس میں ہر شخص گرفتار ہے اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آدمی آج زندگی کی اٹھنوں میں اس قدر گرفتار ہے کہ دن بھر میں چند لمحوں کے لیے بھی اسے سکون اور آرام نہیں مل پاتا۔ ایک طرف تو اس کے اندر دولت کی حرص بلکہ اس کی بھوک پیدا کر دی گئی ہے اور دوسری طرف تعلیم، ملازمت، کاروبار، صنعت و حرفت ہر میدان میں اسے سخت مقابلہ کا سامنا ہے۔ وہ مستقل اس خوف اور اندیشہ کی فضا میں سانس لے رہا ہے کہ اگر اس نے تھوڑی سی کم زوری دکھائی تو اس کا حریف اس پر غالب آجائے گا۔ اس صورت حال سے مزدور سے لے کر سرمایہ دار تک، معمولی کلرک سے لے کر بڑے آفیسر تک، چھوٹے سے کاروباری سے لے کر کارخانہ دار تک ہر شخص دوچار ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے ماحول میں گھرا ہوا پاتا ہے جہاں ہر طرف خود غرض لوگ جمع ہوں اور اس کی کم زوریوں سے فائدہ اٹھانا اور اس کا استحصال کرنا چاہتے ہوں۔ اسے زندہ رہنے اور اس مقابلہ میں آگے بڑھنے کے لیے ان پر غالب آنا ضروری ہے۔ اس کے لیے اسے ہر تدبیر کرنی چاہیے۔ اسی کشمکش میں اس کی زندگی گزر جاتی ہے۔

خاندانی نظام کی ابتری

آدمی کو گھر اور خاندان میں سکون ملتا تھا۔ لیکن خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹا اور انتشار کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ میاں بیوی، والدین اور اولاد اور قرابت داروں کے درمیان وہ خلوص اور محبت، تقدس اور احترام، وفاداری اور ایثار و قربانی کے جذبات سرد پڑتے جا رہے ہیں جو گھر اور خاندان کو مرکز سکون بناتے ہیں۔ آدمی کو نہ گھر سے باہر سکون میسر ہے اور نہ گھر کے اندر عجیب اضطراب اور بے چینی کے عالم میں وہ زندگی گزار رہا ہے۔

اس سے اس کی صحت کا متاثر ہونا بالکل یقینی ہے۔

منشیات کا استعمال

یہ ایک حقیقت ہے کہ شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال صحت کے لیے تباہ کن ہے۔ اس سے جگر، گردے، پھیپھڑے اور سبھی اعضاء رُسیدہ متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مغربی ملکوں میں ان کا استعمال روز افزوں ہے۔ بہر شخص اس کا عادی ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی ان کا استعمال ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے جب تک شراب کا دور نہ چلے، امیروں، رئیسوں اور اونچے مناصب رکھنے والوں کی مٹھلیں ادھوری رہتی ہیں۔ نئی نسل بری طرح اس کی عادی ہو رہی ہے۔ اسکولوں، کالجوں کے طلباء اور نوجوانوں میں اس کا رواج بڑھ رہا ہے۔ موجودہ دور میں انسان جس ذہنی دباؤ اور نفسیاتی خلفشار میں مبتلا ہے اس سے بچنے کے لیے بھی وہ منشیات کا سہارا لیتا ہے تاکہ تھوڑی دیر ہی کے لیے ہی وہ اپنے ماحول اور اس کے اثرات سے نجات پاسکے لیکن اس کے لیے اسے بہت بڑی قیمت صحت کی بربادی کی شکل میں ادا کرنی پڑتی ہے۔ منشیات کے استعمال کے ساتھ صحت ہرگز باقی نہیں رہ سکتی۔

منشیات کا اثر انسان کی صحت ہی پر نہیں اس کے اخلاق اور کردار پر بھی پڑتا ہے۔ اعلیٰ اخلاقی قدریں اس سے مجروح ہوتی ہیں۔ اس سے انسان کے اندر خود غرضی، غفلت اور بے توجہی، مسائل سے گریز، غصہ اور اکتاہٹ، تنہائی پسندی جیسی کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے خاندانی تعلقات میں بگاڑ آتا ہے اور معاشرہ کے حقوق تلف ہوتے ہیں۔

منشیات کا استعمال انسان کو جنسی بے راہ روی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے ساتھ جنسی بے راہ روی سے بچنا دشوار ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو براہ راست انسان کی صحت کو برباد کرتی ہیں۔

اخلاقی بگاڑ

امراض کے اضافہ میں اخلاقی بگاڑ کا بھی بڑا دخل ہے۔ پاکیزہ اخلاق سے روی ہی

موجودہ دور میں صحت اور مرض کے مسائل

کو جہاں ہمیں ملتی بلکہ مادی قوت اور توانائی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ حسن عمل سے آدمی کی صحت پر خوش گواری اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ محبت اور ہمدردی، حقوق شناسی، تعلقات کے احترام اور حسن سلوک جیسی صفات پر عمل کر کے انسان قلب و روح کے سکون سے ہم آغوش ہوتا ہے اور پورے معاشرہ میں خیر و خوبی کی خوشبو بکھیرتا ہے۔ اس کے برخلاف جب وہ عداوت، نفرت، غصہ، حسد، جھوٹ، دھوکا اور فریب اور دوسروں کے ساتھ بدخواہی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اس کا ضمیر جرم کا احساس کرتا ہے اور اس سے اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ انسان اپنے ضمیر کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے تو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کا اثر اس کی صحت پر بھی پڑتا ہے۔

موجودہ دور میں اخلاق کا نام تو لیا جاتا ہے لیکن عملاً اخلاق اور اخلاقی روح کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس معاملہ میں مشرق اور مغرب کا بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ مغرب میں جن اخلاقی کم زوریوں کا ارتکاب افراد کے درمیان ہوتا ہے، مغرب میں وہی کم زوریاں اپنی بدترین شکل میں قوموں کی سطح پر نظر آتی ہیں۔

اخلاقی بگاڑ کا ایک پہلو جنسی انارکی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں تہذیب اور کچھ کے نام پر عریانی اور فحاشی فروغ پا رہی ہے۔ معلومات کے ذرائع ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات و رسائل حتیٰ کہ درسیات کے ذریعہ جنسی رجحانات کو ابھارا جا رہا ہے۔ شرم و حیا کا تصور فرسودہ ہو چکا ہے اور کھلے عام اباحت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں پورا معاشرہ جنسی جنون میں مبتلا ہے۔ اس جنون کے پیدا ہونے کے بعد آدمی صحت و تندرستی کے ساتھ میدان کازر میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ کم زور صحت اور لڑکھڑاتے قدم اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیں گے۔

متوازن غذا کی کمی

انسان غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ صحت کے لیے متوازن غذا کی ضرورت ہے اس میں کمی اور زیادتی دونوں ہی نقصان دہ ہیں، لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ نوع انسانی کی بہت بڑی اکثریت کو ضرورت کے مطابق غذا نہیں مل رہی ہے اور ایک چھوٹے سے طبقہ کے پاس ضرورت سے زیادہ غذائی سر وسامان موجود ہے۔ پہلا طبقہ غذائی کمی کا شکار ہے اور دوسرا طبقہ غذائی زیادتی سے صحت برباد کر رہا ہے۔ دونوں طبقوں

کے درمیان عدم توازن کا یہ حال ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کے ایک فرد کو جتنی غذائیت ملتی ہے ترقی پذیر ممالک کے تیس افراد کو بھی وہ نصیب نہیں ہے۔

غذا کے خالص ہونے کا مسئلہ بھی اہم ہے۔ آج زراعت کے لیے جو کھاد اور جڑ بیکس دو اٹیں استعمال میں آرہی ہیں ان سے غذائی پیداوار یقیناً بڑھ رہی ہے اور غلہ، پھل، سبزیاں وغیرہ بہتر شکل میں اور وافر مقدار میں آرہی ہیں لیکن اس کے لیے استعمال ہونے والی دواؤں انسان کے لیے سخت نقصان دہ ہیں یہ ایک طرح کا زہر جسم میں داخل کرتی ہیں، لیکن غذائی پیداوار بڑھانے کے لیے اسے گوارہ کیا جا رہا ہے۔

پھر ترقی پذیر ممالک میں غذا میں جس طرح ملاوٹ ہو رہی ہے اس کا تصور ہی بڑا بھیا نگ ہے۔ گندی، ناپاک اور مہتر رساں چیزیں غذاؤں میں اس مقدار میں اور اس انداز سے ملائی جا رہی ہیں جیسے یہ بھی غذا کا جز ہوں۔ صاف ستھری اور ملاوٹ سے پاک غذا کا دستیاب ہونا دشوار سے دشوار تر ہو رہا ہے۔

علاج کا گراں ہونا

مناسب دوا اور علاج کے بغیر امراض پر قابو پانا دشوار ہے۔ بروقت دوا نہ ملے تو مرض میں شدت پیدا ہو سکتی ہے اور دوسروں تک اس کے پھیلنے کا بھی امکان ہے۔ اس میں شک نہیں طب اور دوا سازی کے فن نے غیر معمولی ترقی کی ہے اور علاج کی بعض سہولتیں بھی موجود ہیں لیکن اس کے باوجود دوا علاج بہت گراں اور ایک غریب آدمی کی دست رس سے باہر ہے۔ اس بات کی کوشش نہیں کی جاتی کہ غریب اور کم آمدنی والا آدمی بھی اپنی صحت کو برقرار رکھ سکے اور وقت ضرورت اپنا علاج اس کے لیے ممکن ہو۔

امراض اور ان کے اسباب کی تحقیق، دوا سازی اور علاج کے سلسلے میں سرمایہ دار اور سوسائٹی کے اونچے طبقہ کا زیادہ تر خیال رکھا جاتا ہے۔ حکومتیں بھی اس کے زیر اثر ہوتی ہیں اس لیے ان کے مسائل کو وہ زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ چنانچہ جو بیماریاں عام طور پر اس طبقہ میں پائی جاتی ہیں وہ توجہ کا مرکز بنتی ہیں اور ان پر غیر معمولی وسائل و ذرائع صرف ہوتے ہیں۔ اس کی ایک نمایاں مثال ایڈز ہے۔ اس پر لیسرچ اور تحقیق اور علاج کے

سلسلہ میں جتنی رقم دنیا میں صرف ہوئی ہے یا ہو رہی ہے اس کا دواواں حصہ بھی طیر پیا کالازار جیسی بیماریاں کے ختم کرنے پر صرف نہیں ہوتا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایلاز اوپچے طبقہ کی بیماری ہے اور ملیریا میں عام لوگ گرفتار ہوتے ہیں۔ بڑے طبقہ کے لیے اس طرح کے امراض اور ان کے علاج کی چنداں اہمیت نہیں ہے۔ یہی حال امراض قلب کا ہے جو زیادہ تر اونچے طبقہ میں پایا جاتا ہے۔ اس پر جو دواواں صرف ہوتے ہیں اگر اس کا تھوڑا سا حصہ بھی ان غریبوں پر صرف ہو جو غذا کی کمی کی وجہ سے بعض بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں تو ان سے انھیں نجات مل سکتی ہے۔ بعض امراض کا بہترین علاج جدیدی طبوں میں موجود ہے۔ یہ نسبتاً سستا بھی ہے۔ لیکن مختلف اسباب کی بنا پر اس کی طرف توجہ نہیں ہے بلکہ اسے غیر سائنٹفک قرار دے کر اس کی طرف سے بدگمان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جدید دواواں پر ریسرچ اور تحقیق ہوتی رہتی ہے۔ ان کا رد عمل بھی معلوم ہوتا رہتا ہے۔ بعض دواواں جو مفید تھی جاتی تھیں تجربہ سے ان کے نقصان دہ پہلو سامنے آچکے ہیں لیکن اس کے باوجود غریب اور ترقی پزیر ممالک میں برسہا برس سے ان کا استعمال جاری ہے۔ اس طرح معمولی فائدہ کے لیے انسان کی جان سے کھیلا جا رہا ہے۔

غلط منصوبہ بندی

ان خرابیوں کی ایک بڑی وجہ غلط اور ناقص منصوبہ بندی ہے۔ جب تک صحیح خطوط پر منصوبہ بندی نہ ہو اس طرح کے مسائل لازماً پیدا ہوتے رہیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نوع انسانی کی عمومی ضروریات اور اس کی فلاح و بہبود کو اولین ترجیح دی جائے، تعیشات کی جگہ غذا، لباس، مکان، دوا علاج، صفائی ستھرائی جیسی بنیادی ضروریات کو اہمیت دی جائے۔ منشیات اور دوسری مضر صحت چیزوں پر پابندی عائد ہو، تمدنی تقاضوں کو اس طرح پورا کیا جائے کہ صحت پر برے اثرات نہ پڑیں۔ ایسی منشیات جو ضروری ہیں لیکن ان کے نقصانات بھی ہیں ان کے نقصانات سے بچنے کی تدابیر کی جائیں۔ معاشرہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے کہ آدمی زندگی کو بوجھ نہ سمجھے۔ آج جو طبقہ انسانی زندگی کے لیے منصوبہ بندی کرتا ہے وہ اپنے مفادات کو سامنے رکھتا ہے اور

ان کی خاطر دوسروں کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے میں بھی اسے تامل نہیں ہوتا۔ اگر نوع انسانی کا مفاد پیش نظر ہو تو منصوبہ سازی کی بہت سی خرابیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

جدید طب کی بعض خامیاں

اس کے ساتھ موجودہ طریقہ علاج کی بعض خرابیاں اور کم زوریاں بھی سامنے آرہی ہیں۔ ان کم زوریوں کو کسی درجہ میں تسلیم تو کیا جا رہا ہے لیکن ان کو دور کرنے کی ابھی تک کامیاب کوشش نہیں ہو رہی ہے۔

۱۔ اب تک جدید طب انسان کے ایک ایک جزء کو الگ الگ دیکھتی تھی اور جس جزء میں جو خرابی نظر آتی اسے دور کرنے کی کوشش کرتی تھی لیکن اب تجربہ سے یہ حقیقت سامنے آرہی ہے کہ انسان ایک کل ہے۔ اس کل کی صحت مطلوب ہے۔ اس کے جسم کے ایک حصہ کا دوسرے حصہ سے گہرا تعلق ہے اس لیے علاج میں پورے جسم اور اس کے تقاضوں کو سامنے رکھنا ہوگا۔

۲۔ اس میں شک نہیں مرض کے علاج کی اہمیت ہے لیکن توجہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ انسان کی مجموعی صحت ممکنہ حد تک بہتر ہو، اس کی غذا، رہائش اور معمولات وغیرہ ایسے ہوں کہ صحت پر خوش گوار اثر پڑے اور وہ امراض سے محفوظ رہے۔

۳۔ صحت کا تعلق محض انسان کے جسم سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کے دل و دماغ، نفسیات اور سماج سے اس کے تعلقات سے بھی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ صحت مند اور توانا جسم کے ساتھ انسان دماغی اور روحانی لحاظ سے بھی تندرست ہو اس کے سماجی و معاشرتی تعلقات بہتر ہوں اور وہ اپنی ذمہ داریاں کو ٹھیک طریقہ سے ادا کرے۔ ان سب کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے اور وہ باہم اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کو الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام کی راہنمائی

اسلام دین حق ہے۔ اس نے صحت اور تندرستی اور مرض کے پہلو سے بھی ہماری بھرپور راہنمائی کی ہے۔ اس کی طرف یہاں بعض اشارات کیے جا رہے ہیں۔

اسلام خود غرضی کی جگہ خدمت کا، نفع اندوزی کی جگہ نفع رسانی کا اور حرص اور لالچ کی جگہ ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ وہ سب کی خدمت پر ابھارتا اور ہر شے کی خدمت کو کار ثواب بتاتا ہے۔ طب نوع انسانی کی خدمت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اگر اس کے پیچھے اسلامی جذبات کار فرما ہوں تو اس کی منصوبہ سازی بہت سے مفاسد سے پاک ہو سکتی ہے۔ صحت کے لیے اسلام نے جن متعین باتوں پر زور دیا ہے ان میں سب سے پہلے پاک صفائی کا وہ اعلیٰ تصور اور پاکیزہ نظام ہے جو کسی بھی تہذیب اور مذہب میں ہوبود نہیں ہے۔

اسلام انسان کی اس فطری ضرورت کو تسلیم کرتا ہے کہ اسے صاف ستھری اور توازن غذا ملنی چاہیے۔ اس کے لیے وہ آدمی کی تنگ و دو کو غلط نہیں سمجھتا بلکہ کار ثواب قرار دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ضروریات زندگی فراہم نہ ہوں تو پورے معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ اس کی ضروریات پوری کرے۔ یہ بات اس کے نزدیک صحیح نہیں ہے کہ کوئی شخص غذا کی کمی یا فقر و فاقہ کی وجہ سے زندگی کے حق سے محروم ہو جائے اور معاشرہ اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرے۔

غذائی ضروریات کی تکمیل کے لیے اس نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ تمام پاک اور طیب چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ البتہ ناپاک اور خبیث چیزیں ناجائز ہیں۔ سوائے اضطرار کے کسی بھی صورت میں ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اس نے جن چیزوں کو طیب قرار دیا ہے وہ سب کی سب انسان کے ظاہر و باطن، اس کی تمدنی اور اخلاق پر خوش گوار اثر ڈالتے ہیں اور جو چیزیں اس کے نزدیک ناجائز و حرام ہیں وہ سب انسان کے جسم ہی کو نہیں روح اور اخلاق کو بھی تباہ کرنے والی ہیں۔ ان ہی میں شراب اور دیگر منشیات آتی ہیں۔ صحت کے نقطہ نظر سے ورزش اور جسمانی محنت کی بھی اہمیت ہے۔ اسلام انسان کے اندر جفاکشی پیدا کرتا اور مفید اور کارآمد ورزشوں کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ زندگی میں تقریحات کا ایک مقام ہے اس سے صحت پر خوش گوار اثرات پڑتے ہیں۔ اسلام نے جائز خورد و میں ان کی گنجائش رکھی ہے۔

اسلام کا نقطہ نظریہ ہے کہ صحت خراب ہو تو آدمی دوا اور علاج کی طرف توجہ کرے۔ اس نے دوا اور علاج کی طرف توجہ ہی نہیں دلائی بلکہ اس کا سیا ر مقرر کیا اور غیر مستند دواؤں کا ذکر کیا۔

اطباء کو لوگوں کی زندگی سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ سب باتیں اس کے نزدیک تقویٰ اور دین داری کے منافی نہیں ہیں۔

اسلام نے ہدایت کی ہے کہ مریض خدا سے اپنا تعلق استوار کرے، اس سے صحت کی دعا کرے، اسے شافی مطلق سمجھے۔ یہ یقین رکھے کہ صحت اور تندرستی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ علاج محض ایک ذریعہ ہے۔ صبر و ثبات اور خدا پر توکل اور اعتماد کے ساتھ مرض کا مقابلہ کرے۔ مرض سے گھبرا کر ایلاس ہو جانا یا خودکشی کر بیٹھنا اس کے نزدیک جرم ہے۔

اسلام مریض کو ہمدردی کا مستحق قرار دیتا ہے۔ اس نے صحت مند انسان کے مقابلہ میں مریض پر کم ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ بعض احکام میں اس کے ساتھ رعایت برتی گئی ہے اور بعض احکام سے اسے مستثنیٰ بھی کیا گیا ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مریض کو مصیبت اور کس میری کے حال میں نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کی عیادت اور ممکنہ خدمت کی جائے۔ اسے تسلی اور نشانی دی جاتی رہے اور اس کے لیے دعائے صحت ہوتی رہے۔ تاکہ وہ یہ محسوس کرے کہ اس کے دکھ درد میں کام آنے والے افراد اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے جو سکون اور راحت ملتی ہے اس کا کوئی دوسرا بدل نہیں ہے۔

عورت اور اسلام

مولانا سید جلال الدین عمری

عورت کے بارے میں اسلام کا کیا نقطہ نظر ہے، خاندان میں ماں بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اس کا کیا مقام ہے علم و عمل کے میدان میں اس نے کیا خدمات انجام دی ہیں۔ ان تمام موضوعات پر مصنف نے بڑے علمی اور تحقیقی انداز میں بحث کی ہے۔ قیمت ۸ روپے

ادارہ تحقیق نے اس پر کتاب کا انگریزی ترجمہ WOMAN AND ISLAM کے عنوان سے شائع کیا ہے تحقیقات اسلامی کا سائزہ نولہ عورت گٹ اپ صفحات ۱۰۴۔ قیمت ۲۵/- اس کا ہندی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

ادارہ تحقیق - پان والی کوٹھی - دودھ پور - علی گڑھ
مرکزی مکتبہ اسلامی - بازار چیتلی قتب - دھلی